

غزوہ بدر اور روایات سیرت: اشکالات کا علمی جائزہ

The Battle of Bādār and Narrations of Səərāḥ: Analysis of its Complexities

* فیصل محمود

** ڈاکٹر حافظ حفاظت اللہ

Abstract

One of the significant events of Prophet Muhammad's (PBUH) life is the Battle of Bādār. The Holy Qur'an has termed this incident as "sweeping victory" in the favour of Muslims. This battle caused far reaching effects over the relations of Muslims and their rival; Qūraish of Makkah. The Historians of Səərāḥ had burnt their midnight oil in compilation and editing of all incidents related with battle from their specific point of view. However, a thorough study of the battle of Bādār brings forth some complexities for researchers which can be solved provided that they are tested as per the principles of Tarjeel (preference) and Taṭbeeq (application) derived by the competent scholars. Subsequently, an obvious and explicable picture of this battle emerges or the researchers. The current paper is aimed to scholarly analyze such complexities in order to provide new horizons of research for the scholars of Səərāḥ.

Keywords: Prophet Muhammad, Battle of Bādār, Complexities, Preference, Application

اسلام امن و سلامتی کا داعی مذہب ہے، انسانیت کے احترام و تکریم کا درس دیتا ہے اور خون بہانے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا چنانچہ فقہائے اسلام نے جہاد بالقتال کو حسن لعینہ کی بجائے حسن لغیرہ شمار کیا ہے۔¹

اگر مسلمانوں کے آزادی فکر و عمل کو تسلیم کیا جاتا اور ان کے پر امن زندگی گزارنے کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے ان پر ناروا ظلم نہ کیا جاتا تو پیغمبر اسلام کی مشرکین کے ساتھ قتال کی نوبت نہ آتی۔ اللہ نے مسلمانوں کو قتال کی اجازت اسی لیے دی کہ ان پر نہ صرف ظلم و ستم کیے جاتے تھے بلکہ ان کو اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔² اسی طرح اگر مسلمانوں کو ہمہ وقت بھر پور جنگی تیاری کا حکم دیا گیا ہے تو اس کی بھی حکمت بتائی گئی ہے کہ اسلام اور مسلم امہ کے خلاف ان کے دشمنوں کے اقدامات کی حوصلہ شکنی ہو۔³

مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں کو وہاں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا گیا اور قریش مکہ کی مسلسل ریشہ دانیوں کے نتیجے میں قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ "بدر" کے مقام پر ہجرت کے دوسرے سال 16 رمضان کو ہوئی۔ اس جنگ میں قریش کی تعداد ایک ہزار (سات سواونٹ سوار اور ایک سو گھوڑ سواروں کے ساتھ)، مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (ستر اونٹ اور دو گھوڑ سواروں کے ساتھ) تھی۔ لڑائی صرف ایک دن جاری رہی۔ مسلمانوں میں سے چودہ صحابہ (چھ مہاجر اور آٹھ انصار)، جب کہ قریش میں سے ستر افراد مارے گئے تھے جن میں ان کے سرکردہ اشخاص میں سے امیہ بن خلف، ابو جہل، عتبہ اور

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور۔

شیبہ شامل تھے، ستر قریشی قید ہوئے۔ مسلمانوں میں سے کوئی قید نہیں ہوا، مسلمانوں نے اس جنگ میں فتح پائی⁵۔ قرآن میں اس معرکہ کے دن کو یوم الفرقان (حق اور باطل کے درمیان فرق بتانے والا دن) کہا گیا ہے⁶۔

جب جنگ بدر کے متعلق روایات سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو کچھ روایات بظاہر باہم مختلف نظر آتی ہیں اور اس کے نتیجے میں قاری کے سامنے "اشکالات" آتی ہیں، ذیل میں جنگ بدر کے متعلق ایسی ہی اشکالات کا علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

غزوہ بدر کے سبب کے بارے میں اشکال:

جب غزوہ بدر کے اسباب کا مطالعہ کرتے ہیں تو مختلف روایات سیرت میں اس کے درج ذیل اسباب سامنے آتے ہیں:

الف: مغازی کے مشہور راوی عروہ بن زبیر⁷ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ بدر کا سبب سریہ عبد اللہ بن جحش میں ایک صحابی حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی کے ہاتھوں عمرو بن حضری کا قتل تھا⁸، یعنی قریش مکہ نے عمرو بن حضری کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے لشکر کشی کی تھی، چنانچہ طبری کی روایت ہے:

"وكانت تلك الواقعة هاجت الحرب بين رسول الله صلى الله عليه وسلم و بين قريش و أول ما أصاب به بعضهم بعضا من الحرب، و ذلك قبل مخرج أبي سفيان و أصحابه إلى الشام"⁹

ترجمہ: "اور اس واقعہ (سریہ عبد اللہ بن جحش میں عمرو بن حضری کا قتل) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جنگ کو ہوا دی اور پہلی مرتبہ جنگ کی وجہ سے ایک فریق سے دوسرے فریق کو صدمہ پہنچا اور یہ واقعہ ابوسفیان¹⁰ اور اس کے ساتھیوں کا شام جانے سے پہلے پیش آیا تھا"۔

اسی طرح غزوہ بدر میں حکیم بن حزام¹¹ قریش کی طرف سے شریک تھے، بعد از اسلام ایک دفعہ خلیفہ مروان بن الحکم نے اس سے جنگ بدر کے سبب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے میدان بدر میں آنے کے بعد جنگ میں کودنے کا سبب ابن حضری کے خون کا بدلہ لینا بتایا۔¹²

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ غزوہ بدر کا اصل سبب سریہ عبد اللہ بن جحش میں عمرو بن حضری کا قتل تھا، سید سلیمان ندوی¹³ نے بھی یہی یقین ظاہر کیا ہے۔

ب: بعض روایات کے مطابق مسلمانوں کا بدر کے میدان میں آنے کا سبب قریش مکہ کے تجارتی قافلہ کو روکنے کا ارادہ تھا، لہذا آپ مدینہ منورہ سے قریش کے شام سے واپس آنے والے تجارتی قافلہ کو روکنے کے لیے ہی روانہ ہوئے تھے اور کفار مکہ کی جانب سے بدر کی طرف رواگئی کا اصل سبب قافلے کو بچانا بیان کیا جاتا ہے¹⁴۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی ابتداء میں رسول اکرمؐ کو خبر ملی کہ قریش کا تجارتی قافلہ بڑے مال و اسباب کے ساتھ ابوسفیان کی سربراہی میں شام سے واپس مکہ آرہا ہے تو حضور اکرمؐ نے اس خبر کی تصدیق کروائی، چنانچہ آپؐ تیزی سے اس مہم کے لیے روانہ ہوئے اور جو صحابہ کرام اس وقت آس پاس موجود تھے، انہی کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ آپؐ نے ان صحابہ کرام کا انتظار کرنا مناسب نہ سمجھا جو شہر کے بالائی علاقوں میں مقیم تھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ دیگر صحابہ کے انتظار کی وجہ سے قافلہ بچ کر نکل جائے۔¹⁵

جب ابوسفیان نے یہ سنا کہ مسلمان قافلے پر قبضہ کرنے کی غرض سے مدینہ سے باہر نکل آئے ہیں تو اس نے بجائے عام راستے کے ساحلی راستے کا انتخاب کیا اور اپنے ایک قاصد کو مکہ روانہ کر دیا تاکہ جس قدر جلد ممکن ہو، اہل مکہ اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ جب قریش کو یہ خبر ملی تو وہ فور طور پر روانگی کے لیے تیار ہو گئے تاکہ اپنے قافلے کا دفاع کر سکیں۔ ج: بدر کے میدان میں مسلمانوں کا تیزی سے آنے کا سبب قریش کے تجارتی قافلے کو لوٹنے کا عزم بھی بتایا گیا ہے اور اس سلسلے میں بطور دلیل رسول اللہ کا مسلمانوں سے یہ فرمان ذکر کیا جاتا ہے:

«هذه غير قریش فيها أموالهم ، فاخرجوا إليها لعل الله ينفلكموها»¹⁶

ترجمہ: "یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں اُن کا تجارتی مال ہے اُن کی طرف نکل پڑو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ غنیمت کے طور پر تمہیں یہ عطا کر دے۔"

اس طرح مذکورہ روایات کو دیکھ کر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جنگ بدر کا سبب عمرو بن حضری کا قتل تھا یا مسلمانوں کا قریشی تجارتی قافلے کو لوٹنے کا عزم تھا یا قافلے کی واپسی میں محض رکاوٹ ڈالنی تھی؟

جب کسی بھی واقعے کے بارے میں دو مختلف قسم کی روایتیں سامنے آتی ہیں تو اختلاف کو ختم کرنے کے لیے ان کے درمیان ترجیح یا تطبیق کا عمل اختیار کر کے اشکال کو ختم کیا جاتا ہے چنانچہ ترجیح کی بنیاد پر اس اشکال کا جائزہ لیا جائے تو اس بات کو ترجیح دی جاسکتی ہے کہ بدر کی طرف آپ کی روانگی کا مقصد قریش کو مسلمانوں کے خلاف ان کی مسلسل ریشہ دوانیوں سے روکنے کی خاطر ان کو احساس دلانا تھا کہ اس سے ان کی تجارتی سرگرمیاں متاثر ہو سکتی ہیں، اور اس طرح امن اختیار کرنے کے لیے ان پر معاشی دباؤ ڈالنا تھا، جیسا کہ درج ذیل تفصیلی تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے:

ہجرت مدینہ کے بعد آنحضرت نے یشاق مدینہ کی شکل میں مدینہ کے اندرون قبائل سے امن و دفاعی معاہدات کئے اور ان قبائل سے بھی امن کے معاہدات کیے جو قریش کے تجارتی گزرگاہوں پر رہتے تھے۔ قریش کی نگاہ میں ان کی تجارت کی بہت اہمیت تھی اور اس میں کسی رکاوٹ کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اپنے آپ کو اس کی بندش کے متحمل سمجھتے تھے، چنانچہ قبیلہ غفار کے حضرت ابوذر غفاری¹⁷ نے جب مکہ میں اپنے اسلام کا اظہار کیا جس پر قریش نے ان کو زد و کوب کیا تو حضرت عباس نے ان سے کہا تھا کہ غفار کا قبیلہ تمہارے کاروان تجارت کے راہ پر واقع ہے، تمہاری اس حرکت سے برہم ہو کر وہ تمہارا راستہ نہ روک لیں۔ یہ سن کر انہوں نے ابوذر غفاری کو چھوڑ دیا تھا۔¹⁸

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعد بن معاذ¹⁹ عمرہ کے لیے مکہ گئے اور امیہ بن خلف کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے امیہ سے کہا کہ میرے لیے مناسب وقت دیکھو، میں ذرا بیت اللہ کا طواف کر لوں۔ امیہ دوپہر کے وقت مناسب وقت دیکھ کر انہیں لے کر نکلا تو راستے میں اتفاقاً ابو جہل سے ملاقات ہو گئی، اس نے حیرت زدہ انداز میں امیہ سے کہا: تمہارے ساتھ یہ کون شخص ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ یہ سعد ہیں۔ ابو جہل نے سعد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے سکون سے طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے بے دینیوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔ اگر ابو صفوان تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو تم یہاں سے اپنے گھر

واپس سلامتی کے ساتھ نہ جاسکتے۔ اس پر حضرت سعد نے تیز آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا: اگر تم نے مجھے خانہ کعبہ کے طوف سے روکا تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ گراں چیز سے روک دوں گا (یعنی مدینہ کے پاس سے گزرنے والا تجارتی راستہ)۔²⁰

مذکورہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ تجارتی قافلوں میں کسی قسم کی رکاوٹ و بندش قریش کے شہر رگ پر ہاتھ رکھنے کے مترادف تھی اور اس بات کا پیغمبر اسلام کو بخوبی ادراک تھا چنانچہ آپؐ نے مسلمانوں کے خلاف قریش کو ریشہ دانیوں سے روکنے اور امن اختیار کرنے پر مجبور کرنے کے لیے معاشی دباؤ ڈالنے کے لیے قافلہ کا پیچھا کیا۔ قریش مکہ مسلمانوں کی اس قسم کی کوششوں کا مکمل سدباب چاہتے تھے اور ان کا یہ ارادہ ان کو بدر کے میدان تک لے آیا۔ معاصر سیرت نگاروں میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ (متوفی: دسمبر 2002ء) بھی جنگ بدر کے واقعات بیان کرتے ہوئے قریش مکہ کا مسلمانوں کے ساتھ برتنے والے مسلسل ظالمانہ رویوں کو ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے بعد اس کے سدباب کے لیے مسلمانوں کی طرف یہ حکمت عملی اختیار کی گئی کہ قریش پر معاشی دباؤ ڈالا جائے۔²¹

جہاں تک ابنِ حضرمی کے خون بہا کا تعلق ہے تو اس کے قتل کی صورت میں یقیناً جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے قریش کو ایک مضبوط ہتھیار آیا تھا کیونکہ ابنِ حضرمی کا قتل قریش کی صدیوں سے چلی آنے والی سیاسی مذہبی اور اقتصادی اجارہ داری کے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ مسلمانوں نے ان کی ریاست کی حدود کے آس پاس ان کو چیلنج کیا تھا اگر وہ خاموش رہتے ہیں تو سارے عرب میں ان کی کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے۔²² لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ ابنِ حضرمی کے خون بہا کی بنیاد پر مکہ سے قریش نہیں نکلے تھے بلکہ تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے تھے، تاہم ابوسفیان معروف راستے کی بجائے ساحل کے راستے سے قافلہ کو بچا کر صحیح سالم لے گیا اور قریش کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "انکم خرجتم لتنعوا عیرکم و رجالکم و أموالکم و قد نجاہا اللہ فارجعوا"²³ (یعنی تم صرف اس لیے نکلے تھے کہ قافلہ کو اور اپنے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچالو۔ اللہ نے سب کو بچا لیا لہذا تم سب مکہ واپس ہو جاؤ)۔

ابو جہل نے کہا جب ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھاپی کر اور گاجا کر خوب مزے نہ اڑالیں، اس وقت تک ہر گز واپس نہ ہوں گے۔ کچھ لوگوں نے ابوسفیان کی تجویز پر عمل کرنے کی رائے دی مگر ابو جہل نے مانا اس نے کہا "خدا کی قسم ہم بدر سے ہو کر ہی واپس لوٹیں گے۔ ہم بدر میں تین دن قیام کریں گے۔ وہاں پر دعوتیں اڑائیں گے لوگوں کو کھانا کھلائیں گے، شراب پلائیں گے اور ناچ گانے کی محفلیں منعقد کریں گے۔ جب بدر میں ہمارے قیام اور دعوتوں کی خبر پھیلے گی تو لوگوں پر ہمارا رعب اور دبدبہ قائم ہو گا اور جزیرہ نمائے عرب میں ہمارے شہرت پھیل جائے گی"۔²⁴

مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے لشکر کو مکمل تیاری سے آس پاس کے قبائل نے دیکھا تو یقیناً رعب و دبدبہ والا مقصد پورا ہو چکا تھا اور اس کے بعد بدر کے میدان سے واپسی مناسب تھی، یہی وجہ تھی کہ قریشی سرداران (عتبہ بن ربیعہ اور حکیم بن حزام) نے جنگ سے مکمل پھوٹی چابی اور واپس جانا چاہا، چنانچہ حکیم بن حزام نے ابنِ حضرمی کے خون بہا کی ذمہ داری لیتے ہوئے کہا کہ وہ میرا ہی حلیف تو تھا اس کا خون بہا میں خود دوں گا بلکہ اس کے مال کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہوگی، تاہم جب یہ تجویز لشکر کے قائد (ابو جہل) کے سامنے رکھی گئی تو ابو جہل نے ان سرداروں کو سخت بزدلی کا طعنہ دیا اور غیرت دلائی جس کے نتیجہ میں جنگ بدر پراہوئی۔²⁵

مذکورہ واقعات کو دیکھ کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ نہ ہی ابنِ حضرمی کے قتل کا بدلہ لینے کی بنیاد پر قریش نے اتنا بڑا لشکر تیار کیا تھا اور نہ ہی اس بنیاد پر وہ مکہ سے چلے تھے۔ بدر کا اصل سبب ابو جہل کا بغض و عناد، ہٹ دھرمی اور اسلام دشمنی تھی۔ میدان بدر تک قوم

کو کسی اور بیانیہ کی بنیاد پر لے آیا، البتہ جب جنگ کے لیے اُسے کوئی اور بہانہ نہ مل سکا تو عین میدان جنگ میں اس نے عرب کے روایتی غیرت اور عار کو سامنے لاتے ہوئے ابن حضرمی کے قضیے کو صرف بطور ہتھیار استعمال کیا۔

جہاں تک قافلے کو لوٹنے کی نیت سے مسلمانوں کے سفر کا تعلق ہے اور اس سلسلے میں روایات میں "کان یرید عبہا" یا "یرید عبہ" (آپ کا ارادہ کاروان کا تھا) یا "ہذہ عبہ قریش فیہا أموالہم ، فاحرجوا إلیہا ، لعل اللہ یغفرکموا" ²⁶ (یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں اُن کے اموال ہیں، قافلے کی طرف چل پڑو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ غنیمت کے طور پر تمہیں یہ عطا کر دے) کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں تو یہ حقیقت ہے کہ قرآنی فیصلہ کے مطابق مسلمانوں کا قریش کی دو جماعتوں (تجارتی قافلہ یا جنگی لشکر) میں سے کسی کے ساتھ ضرور سامنا ہونا تھا۔ تاہم اس کا واضح حکم نہیں آیا تھا لیکن اللہ نے حق کو برتری دینے اور باطل کی جڑیں کاٹنے کا فیصلہ فرمایا تھا ²⁷۔ مسلمان اپنے اجتہاد و فکر کے مطابق مشرکین پر ان کے تجارتی قافلے کے ذریعے دباؤ ڈالنا چاہتے تھے تاہم یہ قرار دینا کہ پیغمبر اسلام کا مقصد قافلے کو لوٹنا تھا، آپ ﷺ کی تعلیمات اور خود آپ کے عملی کردار اس خیال کی عملی تردید کرتے ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے غزوہ خیبر میں امن کے بعد یہود کے جانور اور پھل لوٹے تو آپ نے اس پر سخت ناگواری ظاہر فرمائی۔ ²⁸

اسی طرح آپ نے لوٹ کے مال کو مردار قرار دیا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت ایک مہم پر گئی اور سخت تنگ حالی اور بھوک کی شدت کی بناء پر بکریوں کے ایک روڑ کو لوٹا، آپ کو اطلاع ملی تو آپ نے پکڑتے ہوئے گوشت کی ہانڈیوں کو الٹ دیا اور فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے۔ ²⁹

حضور کے سفر کا انداز قطعاً ایسا نہیں تھا کہ جس سے معمولی شائبہ بھی ہو سکتا ہو کہ آپ کا مقصد قافلے کو لوٹنے کا تھا، کیونکہ ڈاک ڈالنے والے وادیوں کے واسطے بائیں گھاٹیوں میں چھپ کر قافلے کے عقب ترین حصہ کے گزرنے کا انتظار کرتے ہیں۔ پھر تیزی سے جھپٹ کر حملہ آور ہوتے ہیں اور جو کچھ ہاتھ آئے۔ قبضہ میں لے کر پہاڑی علاقہ کے پیچ و خم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غائب ہو جاتے ہیں۔ قافلوں کو لوٹنے والے لشکر آرائی نہیں کرتے۔ ³⁰

اگر غزوہ بدر کا مقصد بھی قافلہ کا لوٹنا ہی تھا تو اس کے لیے تین سوتیرہ مجاہدین کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ قریش مکہ کے قافلے کے ساتھ محافظ دستے کی تعداد تیس یا چالیس افراد تک تھی ³¹ اور اس کے لیے تین سوتیرہ افراد پر مشتمل لشکر کی کوئی معقولیت نظر نہیں آتی۔ چونکہ ممکن تھا کہ قتال کی صورت پیش آئے اس لیے آپ نے انصار سے بھی مشورہ لیا اور ان کو شامل کیا، قتال کے ممکنہ صورت حال ہی کے پیش نظر کم عمروں کو واپس کر دیا تھا حالانکہ لوٹ مار میں جو کچھ ہاتھ آئے بس اچکا ہوتا ہے اور کم عمر یہ عمل کر سکتے تھے۔ لہذا واقعات اس کی تائید نہیں کرتے کہ آپ کی نیت لوٹ مار کی تھی۔ آپ کے اس سفر کے سلسلے میں "کان یرید العیر" کا یہی مطلب ہے کہ آپ نے کاروان پر اثر انداز ہونے کی نیت سے سفر فرمایا تھا۔ اس کا معنی مطلب یہ قطعاً نہیں کہ آپ نے قافلہ کو لوٹنے کی نیت سے سفر کیا۔

مدینہ سے نکلنے وقت آپ کا ارادہ تجارتی قافلے پر اثر انداز ہونے کا تھا تا کہ قریش اپنی ریشہ دوانیوں سے باز آئیں، آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا، اسی بات کو "کان یرید العیر" میں بتائی گئی ہے، جس کا معنایں اسلام مستشرقین نے لوٹ مار کا ترجمہ کیا ہے۔ لوٹ مار کے لیے عربی میں "نهب" یا "غارة" کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور سیرت کی کسی روایت میں بدر کی طرف آپ کے سفر کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوئے ہیں۔

فرشتوں کا جنگ میں حصہ لینے پر اشکال:

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے اتارے، اس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے اور روایات سیرت میں بھی ہے³²۔ امام فخر الدین الرازی³³ نے معتزلی عالم ابو بکر اصم³⁴ کے حوالے سے درج ذیل اشکالات ذکر کیے ہیں³⁵:

ایک فرشتہ بھی تمام دنیا کو تباہ کرنے کے لیے کافی تھا تو پھر فرشتوں کی فوج بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

دوسرا اشکال: اگر فرشتے لڑے تھے تو آدمیوں کی صورت میں (مرئی صورت میں) لڑے تھے یا غیر مرئی صورت میں تھے؟ اگر آدمیوں کی صورت میں دکھائی دیتے تھے تو پھر وہ آنحضرت ﷺ کے لشکر میں شمار ہوتے تھے اس طرح یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی تعداد تین ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہوتی لیکن اتنی تعداد کسی نے بیان نہیں کی۔

تیسرا اشکال: جو فرشتے آئے تھے ان کے اجسام کثیف تھے یا لطیف؟ اگر کثیف تھے تو پھر ان کو سب لوگ دیکھتے، حالانکہ ان کو کسی نے نہیں دیکھا اور اگر ان کے اجسام لطیف تھے تو گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں آسکتے تھے۔

مذکورہ اشکالات کی بنیاد پر ابو بکر اصم نے نزول ملائکہ کا انکار کیا ہے اور بتایا کہ ان قرآنی نصوص کا مقصد صرف مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور ثابت قدم رکھنا تھا۔

ابو بکر اصم معتزلی کے مذکورہ بیانات کی بنیاد پر سرسید احمد خان (متوفی: مارچ 1898ء) نے بھی غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے:

"تمام مسلمان اس پر یقین رکھتے ہیں اور تمام احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے اور تمام مفسرین کا دعویٰ ہے کہ سورہ آل عمران میں لکھا ہوا ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے آسمان سے نازل ہوئے تھے مگر میں اس بات کا بالکل منکر ہوں، مجھے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا۔ مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بھی ان جنگ جو فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہے۔ مگر تمام مسلمانوں کا اعتقاد اس کے خلاف ہے، وہ یقین کرتے ہیں کہ درحقیقت فرشتوں کا رسالہ لڑنے کو اترا تھا، وہ نادانی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ فرشتوں کا لڑائی کے لیے اتنا منصوبہ ہے اور اس سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے مگر ان کا یہ خیال محض غلط ہے۔"³⁶

امام رازی نے ابو بکر اصمؒ کی آراء کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

اعلم أن هذه الشبهة إنما تليق بمن ينكر القرآن و النبوة، فأما من يقرّ بهما فلا يليق به شيء من هذه الكلمات، فما كان يليق بأبي بكر الأصم إنكار هذه الأشياء مع أن نص القرآن ناطق بها و ورودها في الأخبار قريب من المتواتر.³⁷

(جان لیں کہ بے شک اس قسم کا کوئی بھی شبہ کرنا صرف اس شخص کے لائق ہے جو قرآن اور نبوت کا منکر ہو، مگر جو شخص ان دونوں (قرآن اور نبوت) کو ماننا ہو تو اس کو ایسے کلمات کہنا مناسب نہیں۔ پس ابو بکر اصمؒ کا ان

باتوں کا انکار کرنا مناسب نہیں باوجود اس کے کہ قرآنی نصوص سے ان کا اثبات ہوا ہے اور یہ ایسی حدیثوں میں بیان ہوئے ہیں کہ جو تو اتر کے قریب ہیں۔

غزوہ بدر کے موقع پر فرشتوں کی شرکت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی نے شیخ تقی الدین سبکی³⁸ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

"سُئِلْتُ عَنْ الْحِكْمَةِ فِي قِتَالِ الْمَلَائِكَةِ مَعَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَعَ أَنَّ جَبْرِيلَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَدْفَعَ الْكَفَّارَ بِرِيشَةِ مَنْ جَنَاحَهُ فَقُلْتُ وَقَعَ ذَلِكَ لِإِرَادَةِ أَنْ يَكُونَ الْفِعْلُ لِلنَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَصْحَابِهِ وَتَكُونَ الْمَلَائِكَةُ مَدَدًا عَلَى عَادَةِ مَدَدِ الْجِيُوشِ رِعَايَةً لِمُصَوِّرَةِ الْأَسْبَابِ وَ سُنَّتِهَا الَّتِي أَجْرَاهَا اللَّهُ تَعَالَى فِي عِبَادِهِ وَاللَّهُ تَعَالَى فَاعِلُ الْجَمِيعِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ"³⁹

(مجھ سے فرشتوں کا حضور ﷺ کی معیت میں کفار کے ساتھ جنگ کے بارے میں پوچھا گیا حالانکہ تنہا جبریل علیہ السلام اپنے پر کے ایک بال سے ہی کفار کو ہٹا سکتے تھے، میں نے جواب دیا کہ ایسا اس لیے کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے ذریعہ سے یہ فعل (کافروں کو ہٹا دینا) تکمیل پائے۔ فرشتوں کو صرف ان کی مدد اور فوج کی کمک کے طور پر بھیجا گیا تھا، اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخلوق کے لیے اسباب کا جو سلسلہ جاری رکھا ہے، اسے بھی برقرار رکھا۔ تمام اسباب کے پیچھے اللہ ہی کی قوت کار فرما ہے اور وہی ہر کام بہتر جانتا ہے۔)

اسی کی بنیاد پر مولانا محمد ادریس کاندھلوی (متوفی: جولائی 1974ء) فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ عالم اسباب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب کی رعایت کے لیے فرشتوں کو لشکر کی صورت میں مسلمانوں کی امداد کے لیے نازل فرمایا ورنہ ایک فرشتہ ہی سب کے لیے کافی تھا، اصل فاعل تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مگر اس عالم میں قدرت کا ظہور اسباب اور وسائط کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لیے عالم اسباب کے طریقہ کے مطابق فرشتوں کا ایک لشکر مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجا۔⁴⁰

معاصر محقق جناب ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے بھی غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کی شرکت کے بارے میں صحیح روایات ہیں۔ جبریل علیہ السلام اگرچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تنہا مشرکوں کو تباہ و برباد کر سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ بہت سے فرشتے آئیں۔ ایسا اس لیے کیا گیا کہ رسول اللہ اور صحابہ کرام کے ذریعے ہی جنگ کا عمل پایہ تکمیل تک پہنچے۔ فرشتوں کو صرف ان کی مدد اور فوج کی کمک کے طور پر بھیجا گیا تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے اسباب کا جو سلسلہ رکھا ہے، اسے بھی برقرار رکھا۔ تمام اسباب کے پیچھے اللہ ہی کی قوت کار فرما ہے اور وہی ہر کام بہتر جانتا ہے۔ بعض مسلمان مصنفین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کی شرکت کا حوالہ دینے سے گریز کریں۔ اس قسم کا گریز مادہ پرستانہ سوچ کی علامت ہے جو صرف محسوسات پر یقین رکھتی ہے۔⁴¹

جہاں تک سرسید احمد خان کے خیالات ہیں تو خود ان کے مقالات کے مرتب (مولانا محمد اسماعیل پانی پتی) ان پر نقد کرتے ہیں کہ سرسید کے بیان کا تو مطلب یہ ہوا کہ فرشتوں سے مدد کرنے کا وعدہ خدا کا محض فرضی تھا اور بالکل دل بہلاوے کے لیے تھا تاکہ مسلمان الہی وعدہ پا کر خوش ہو جائیں اور ان کے دل بڑھ جائیں۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو اصدق الصادقین ہے، اس قسم کی بات کہنا کہ وہ لوگوں کا دل بہلانے کے لیے ان سے وعدہ کیا کرتا ہے، پرلے سرے کی جسارت انگیز بات ہے۔⁴²

سر سید کے رفیق کار جناب مولانا الطاف حسین حالی (متوفی: دسمبر 1914) سر سید احمد خان کے خیالات پر اپنی رائے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ سر سید کی نہایت رکیک تاویل میں ہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر وعدہ فرمایا کہ ہم ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے تو یقیناً اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا (إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ)⁴³ فرشتے آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور اسی امداد کے باعث اُن کو فتح حاصل ہوئی۔ ورنہ فتح کی کوئی صورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں سر سید کے پاس کیا ثبوت اس بات کا ہے کہ فرشتے نہیں اترے تھے اور مسلمانوں کو خود ہی اپنے زور بازو سے فتح حاصل ہو گئی تھی؟ اللہ کا وعدہ فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ فتح فرشتوں کے آنے ہی کی وجہ سے ہوئی تھی نہ کہ مسلمانوں کی قوت سے، کیونکہ قوت تو کوئی تھی ہی نہیں۔ کہاں ایک ہزار مضبوط اور تنومند مسلح سوار اور کہاں تین سو قاف زہد نحیف و کمزور اور قریباً بے پیدل مسلمان، زمین و آسمان کا فرق تھا۔ اگر اللہ خاص طور پر آسمانوں سے مدد نہ کرتا تو مسلمانوں کا ایک آدمی بھی کافروں سے بچ کر نہ جاسکتا تھا۔ باقی سر سید کا یہ کہنا کہ "اول قرآن سے فرشتوں کا آنا ثابت کرنا چاہیے اس کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ فرشتوں کے آنے سے فتح حاصل ہوئی تھی،" تو جہاں اللہ جل شانہ نے صاف طور پر فرمایا کہ ہم نے جنگ بدر میں فرشتے نازل فرما کر کے تمہاری مدد کی تو وہیں کون سا سر سید نے مان لیا جو یہاں مان لیتے۔⁴⁴

حضرت ابو حذیفہ⁴⁵ کا نبی کے قول پر اعتراض کا اشکال:

مکہ سے ابو جہل قریش کا جو بڑا لشکر لے کر آیا تھا، ابتدائی طور پر اس کا مقصد قافلے کی حفاظت تھی، چنانچہ قافلے کا بحفاظت مکہ پہنچنے پر کئی لوگوں نے واپس جانا چاہا لیکن ابو جہل کی طعنہ زنی اور عرب کی روایتی غیرت یاد دلانے پر بعض افراد واپس نہ جاسکے۔ اس لشکر میں کچھ افراد ایسے تھے جو قطعاً جنگ کے حق میں نہیں تھے، چنانچہ حضورؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ مشرکوں کے لشکر میں بنی ہاشم کے کچھ لوگ زبردستی قریش کے ساتھ چلے آئے تھے ورنہ ان کا ہم سے جنگ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لہذا تم میں سے جو بھی کسی ہاشمی کو پکڑے تو اسے قتل نہ کرے بلکہ اس کو گرفتار کر لے۔⁴⁶ آپ نے بطور خاص اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کا نام لیا اسی طرح آپ نے ابو البختری⁴⁷ کا نام بھی لیا۔⁴⁸

حضرت ابو حذیفہ کو جب حضرت عباسؓ کے قتل نہ کرنے کا نبوی فرمان پہنچا تو انہوں نے کہ ہم اپنے آباء اور بھائیوں کو تو قتل کریں اور عباس بن عبد المطلب کو چھوڑیں؟ واللہ ایسا نہ ہو گا۔ اگر عباس بن عبد المطلب میری تلوار کی زد میں آگیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ ملحوظ رہے کہ ابو حذیفہ کا والد عتبہ، چچا شیبہ اور بھائی وہ لوگ ہیں جو غزوہ بدر میں شخصی مقابلہ کے دوران سب سے پہلے قتل کیے گئے تھے، اسی طرح ان کے یعنی حضرت ابو حذیفہ کے خاندان کے دوسرے کئی لوگ جنگ کے دوران قتل کیے گئے تھے۔⁴⁹ حضور ﷺ کو حضرت ابو حذیفہ کی بات پہنچی تو آپؐ نے ناگواری ظاہر فرمائی۔⁵⁰

مذکورہ واقعہ کو دیکھتے ہوئے ذہن میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تو صحابہ اور مؤمنین کی صفت یہی بیان کی گئی ہے کہ وہ نبی کے فیصلہ کو من و عن قبول کرتے ہیں⁵¹، پھر حضرت ابو حذیفہ کی طرف منسوب اس کلام کی وجہ سے یہ اشکال سامنے آتا ہے کہ انہوں نے اس طرح کا کلام کیسے ارشاد فرمایا؟

روایات میں اختلاف و اشکال کو ختم کرنے کے لیے تطبیق کے طریق کار پر روایات کا جائزہ لیا جائے تو واقعہ کو من و عن درست سمجھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ حضور نے مکی دور میں ان دو افراد (حضرت عباس اور ابو لہٰجرتی) کا مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کے روایہ کے بناء پر ذکر کیا تھا۔ آپ کے خاندان میں سیدنا عباس بن عبد المطلب کے علاوہ جنگ بدر میں شریک اپنے دوسرے رشتہ داروں، چچا زاد (ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب اور عقیل بن ابی طالب وغیرہ) کے نام نہیں لیے کیونکہ حضرت عباس کی مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی ڈھکی چھپی نہیں تھی، خود حضرت عباس کا قول ہے کہ وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے اور بادل نخواستہ قریش کے لشکر کے ساتھ آئے تھے بلکہ ان کو بہ اکراہ (زور دے کر) لشکر کے ساتھ لایا گیا تھا۔⁵²

حضرت ابو حذیفہ نے اپنے گھرانے کے سرکردہ افراد کو قتل ہوتے دیکھا تو حضرت عباسؓ کے متعلق اوپر ذکر کردہ ان کی خصوصیات ذہن میں نہ رہیں اور شدت جذبات سے ایسے الفاظ منہ سے نکل گئے جس پر انہوں نے بعد میں گہری پشیمانی کا اظہار فرمایا لیکن آنحضرتؐ نے کبھی بھی بعد میں ان کو موردِ عتاب نہیں ٹھہرایا، لہٰذا اشکال کی گنجائش نہیں رہتی۔

اگر ترجیح کے اصول کو مد نظر رکھ کر مذکورہ روایت کا اسنادی انداز سے جائزہ لیا جائے تو یہ صورت حال سامنے آتی ہے کہ مذکورہ روایت کو ابن ہشام نے حدیثی العباس بن عبد اللہ بن معبد عن بعض اہلہ عن عبد اللہ بن عباس کی سند سے ذکر کیا ہے⁵³ تاہم اس سند میں عباس بن عبد اللہ کے بعد راوی مجہول ہے کیونکہ راوی کے نام کی بجائے بعض اہلہ کے الفاظ آتے ہیں اور وہ راوی متعین نہیں ہے۔ کتب حدیث میں صرف حاکم نیشاپوری (متوفی: 405ھ) کی "مستدرک" میں بعض اہلہ کی جگہ ایہ عن ابن عباس ہے۔

ماشع و لم یثبت فی السیرۃ کے مصنف نے اس روایت پر تفصیلی نقد کیا ہے اور اپنے تبصرے کے آخر میں کہا ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابی اس قسم کا کلام کرے چہ جائیکہ وہ صحابی جو سابقین اولین صحابہ میں سے ہو، صحابہ تو کیا، ان کے بعد آنے والوں سے بھی یہ بات بعید ہے کہ وہ نبی کے فرمان پر ایسی رائے زنی کریں⁵⁴۔ اس طرح یہ روایت اس معیار کے لائق نہیں ٹھہرتی کہ اس کی بنیاد پر ایک صحابی کے عمل پر انگلی اٹھائی جائے لہٰذا روایت کے معیار کو دیکھ کر اگر ترجیح کے اصول پر حضرت ابو حذیفہ کے قول کو تولا جائے تو اس بات کو ترجیح دی جائے گی کہ اس قول کے ضعف کی بناء پر اسے قابل اعتبار نہ سمجھا جائے۔

غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کی تعداد کے بارے میں اشکال:

عام طور پر سیرت نگار حضرات غزوہ بدر میں قریش مکہ کے جنگی لشکر میں شامل افراد کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تک بیان کرتے ہیں چنانچہ ابن سعد نے قریش کے شرکاء لشکر کی تعداد 950 ذکر کی ہے۔ جب کہ ابن ہشام، ابن سید الناس اور واقدی نے 900 سے ایک ہزار کی تعداد کو ذکر کیا ہے۔ ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے ایک ہزار کی تعداد بیان کی ہے۔⁵⁵

بعد میں آنے والے سیرت نگار بھی جب دونوں لشکروں کا تذکرہ کرتے ہیں تو تین سو تیرہ مسلمان اور ایک ہزار مشرکین جنگجوؤں کا تذکرہ کرتے ہیں⁵⁶، بلکہ صفی الرحمن مبارک پوری (متوفی: دسمبر 2006) نے تو ابتداء میں تیرہ سو اور بنو زہرہ کے تین سو افراد کی لشکر سے جدائی کے بعد تعداد ایک ہزار ذکر کی ہے۔⁵⁷

مذکورہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے غزوہ بدر میں تین سو تیرہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مشرکین کے لشکر کی تعداد کے تعین کے سلسلے میں یہ اشکال سامنے آتا ہے کہ مشرکین مکہ کی تعداد 900 تھی یا 950 تھی یا 1000؟

مذکورہ اشکال کو حل کرنے کے سلسلے میں ان مختلف روایات کا تطبیق کی بنیاد پر جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مکہ سے نکلنے وقت مشرکین کے لشکر کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان تھی جیسا کہ سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے اور اس تعداد کے ثبوت کے طور پر وہ روایت بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ جس میں ذکر ہے کہ مکہ سے نکلنے کے بعد راستے میں لشکر کے سرداران باری باری فوج کے کھانے کے لیے کسی دن نو اور کسی دن دس اونٹ ذبح کرتے۔ ملحوظ رہے کہ عربوں کے عرف کے مطابق سو آدمیوں کے کھانے کے لیے ایک اونٹ کافی ہوتا تھا، اس کے مطابق تعداد نو سو سے ایک ہزار کے درمیان بنتی ہے۔ اسی طرح جنگ سے پہلے جب حضور ﷺ نے قریش کی تعداد جانی چاہی اور حتمی تعداد معلوم نہ ہو سکی تو کبھی نو اور کبھی دس اونٹ ذبح ہونے ہی سے آپ نے اندازہ لگایا تھا کہ قریشی لشکر کی تعداد نو سو سے ہزار کے درمیان ہے۔⁵⁸

مکہ سے روانہ ہوتے وقت قبیلہ بنو زہرہ اور قبیلہ بنی عدی بن کعب کے لوگ بھی قریش کے لشکر میں شامل تھے کیونکہ قافلہ میں ان کا بھی تجارتی سامان تھا لیکن جب تجارتی قافلہ بحفاظت مکہ پہنچا تو ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچنے سے پہلے واپسی اختیار کی اور اس طرح مکہ سے روانگی کے وقت اور بدر کے میدان میں لڑائی کے وقت قریش کی تعداد یکساں نہیں رہی۔

قبیلہ بنو زہرہ اور بنو عدی کے علیحدہ ہونے کے بعد یقیناً تعداد ایک ہزار نہیں رہی۔ واقدی نے واپس ہونے والوں کی تعداد کا ایک قول تین سو کا ذکر کیا ہے⁵⁹ اس طرح اگر مشرکین کے لشکر کی تعداد مکہ سے چلتے ہوئے نو سو اور ہزار کے درمیان عدد کے مطابق 950 مان لیں تو تین سو افراد کے علیحدہ ہونے کے بعد یہ تعداد 650 باقی رہتی ہے اور یہ تعداد قرآنی آیت کے بھی موافق ہو جاتی ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ تمہیں مشرکین کی تعداد تم سے گنی دکھا رہا تھا⁶⁰۔ لہذا اگر مسلمانوں کی تعداد 313 قرار دی جائے اور مشرکین کی تعداد کو مسلمانوں کی تعداد کا دگنا قرار دیا جائے تو 626 کا عدد بنتا ہے۔

مذکورہ وضاحت سے غزوہ بدر میں مشرکین کی اس طرح تعداد کے بارے میں یہ تطبیق ہو جاتی ہے کہ مکہ سے نکلنے وقت ان کی تعداد نو سو سے ایک ہزار کے درمیان تھی اور بنو زہرہ اور بنو عدی کے علیحدہ ہونے کے بعد میدان جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں اترنے والوں کی تعداد ایک ہزار نہیں رہی تھی بلکہ چھ سو سے کچھ اوپر 626 سے 650 تک تھی۔

غزوہ بدر کے لیے مشورہ کے وقت ایک آیت سے استشہاد میں اشکال:

غزوہ بدر کے لیے مدینہ سے نکلنے وقت پیغمبر اسلام کی نیت قریش کے تجارتی قافلے کو روکنے کی تھی لیکن جب بعد ازاں قتال کی نوبت آئی تو اس موقع پر آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا تو حضرت مقداد بن اسود⁶¹ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

"يا رسول الله امض لأمر الله فنحن معك، و الله لا نقول لك كما قالت بنو إسرائيل لنبيها: فاذهب أنت و ربك فقاتلا إنا هاهنا قاعدون."⁶²

ترجمہ: "اے اللہ کے رسول، کر گزریئے جس کا حکم آپ کو اللہ نے دیا ہے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، قسم اللہ کی ہم نہیں کہیں گے جیسا کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ موسیٰ تو اور تیرا رب جا کر لڑیں ہم تو یہی بیٹھے رہیں گے۔"

حضرت مقداد بن اسود نے مشورہ دیتے ہوئے جس قرآنی آیت کو ذکر کیا، وہ سورہ مائدہ کی آیت ہے⁶³۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورت غزوہ بدر کے چار سال بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے اور اس کی کوئی آیت الگ سے پہلے سے نازل نہیں ہوئی تھی۔⁶⁴

آیت کے نزول کے وقت کو دیکھ کر یہ اشکال سامنے آتا ہے کہ جو آیت اب تک نازل نہیں ہوئی تھی کیسے حضرت مقداد بن اسود نے اسے ذکر کیا؟

مذکورہ اشکال کے حل کے سلسلے میں اس تاریخی حقیقت کا پس منظر سامنے رکھنا مناسب ہو گا کہ مدینہ میں یہودی بھی آباد تھے اور پھر حضرت عبد اللہ بن سلام⁶⁵ جیسے یہودی عالم نے تو ہجرت کے روز ہی اسلام قبول فرمایا تھا۔ اس طرح یہود سے معاشرتی و سماجی روابط اور ان کے علماء سے یہودی قوم کی تاریخ سننا ایک قدرتی امر ہے۔ نیز مدینہ کے یہودی پڑھے لکھے مشہور تھے۔ ان کی ہر آبادی میں ان کے عالم موجود تھے جو ہفتہ وار اجتماعات میں تورات پڑھتے تھے۔ تورات کی تعلیم کے لیے ان کی بستیوں میں باقاعدہ مدرسے قائم تھے۔ یہودی اپنی عبادت کے دوران اور ہفتہ وار اجتماعات میں اپنی تاریخ، انبیاء کے حالات اور شریعت موسوی کے احکامات بیان کرتے⁶⁶، اس لیے اس پس منظر میں حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے قصے کئی ایک صحابہ کو معلوم ہوں گے اور اسی کے تحت حضرت مقداد بن اسود نے بھی اسے ذکر کر دیا ہو گا۔ گویا حضرت موسیٰ کی قوم کے طرز عمل کا حوالہ دینا دراصل حضرت مقداد بن اسود کا یہودی تعلیمات اور تورات کی آیات کریمہ سے واقفیت کی بنیاد پر تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے مشورہ دیتے وقت حضرت موسیٰ کی قوم کا طرز عمل ذکر کیا ہو مگر موسیٰ کے قوم کا یہی عمل جب چار سال بعد قرآنی آیت کی شکل میں ہوا تو پھر اس کے بعد جب کبھی حضرت مقداد بن اسود جنگ بدر اور اس میں مشاورت کا تذکرہ بیان کرتے، وہ اس میں اس آیت کریمہ کو بھی شامل فرماتے۔ اس تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا صحابہ سے مشورہ کرتے وقت صحابی کی طرف سے مشورہ کے جواب میں سورہ مائدہ کی آیت کا ذکر کرنا اور موسیٰ کے قوم کے طرز عمل کا حوالہ دینا بنیادی طور پر یہودی تعلیمات اور تورات میں موسیٰ و قوم کے بیانات سے واقفیت کا نتیجہ تھا۔ قرآنی آیت کے مماثل آیت تورات کی عربی عبارت رہی تھی اور حضرت مقداد بن اسود نے اسے نقل کر دیا اور بعد میں خود راوی صحابی نے یا بعد کے راویوں نے اسے قرآنی آیت کے طور پر نقل کر دیا۔⁶⁷

خلاصہ:

دور نبوی کے واقعات میں غزوہ بدر انتہائی اہمیت کا واقعہ ہے۔ قرآن میں اس دن کو یوم الفرقان کہا گیا ہے۔ اس جنگ نے قریش مکہ اور مسلمانوں کے تعلقات پر بڑے دور رس اثرات ڈالے۔ سیرت نگاروں نے اس جنگ کے متعلق تمام تزجزیات کو جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے نیز واقعات کی ترتیب اور توضیح و تعبیر کے لیے اپنے اپنے زاویہ فکر کو استعمال کرنے کی پوری سعی کی ہے۔ تاہم غزوہ بدر کے سلسلے میں روایات کا جائزہ لیا جائے تو چند مقامات پر اشکالات سامنے آتے ہیں۔ ان مختلف روایات کو اگر علماء کرام کے بیان کردہ اصول تطبیق و ترجیح پر پرکھا جائے تو یہ اشکالات ختم ہو جاتے ہیں، روایات کا اختلاف باقی نہیں رہتا اور واضح اور بے غبار صورت حال سامنے آتی ہے چنانچہ اس مضمون میں غزوہ بدر کے واقع ہونے کے حقیقی سبب، مسلمانوں کا قریشی قافلے کو لوٹنے کا اشکال، مشرکین کے لشکر کی تعداد، جنگ بدر میں فرشتوں کی مدد کے متعلق قدیم و جدید فکر کا نقد اور غزوہ بدر کے ایک موقع پر کچھ

صحابہ کے بیانات سے پیدا ہونے والے اشکالات کا تطبیق و ترجیح کی بنیاد پر تفصیلی علمی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں روایات میں کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا۔

حواشی و مراجع:

¹ اصطلاح میں حسن لعینہ ان امور کو کہا جاتا ہے کہ جن میں اچھائی اور خوبصورتی خود ان کی ذات میں موجود ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور نماز۔ جب کہ حسن لغیرہ ان امور کو کہا جاتا ہے کہ جو خود تو اپنی ذات میں اچھے نہ ہوں مگر کسی دوسرے سبب کی وجہ سے ان میں اچھائی آگئی ہو، مثلاً جہاد بالقتال، کہ اس میں لوگوں کا قتل کرنا اور خون بہانا ہے جو بذات خود تو اچھا فعل نہیں ہے، مگر اس میں "اعلائے کلمۃ اللہ" کے موجودگی کی وجہ سے اچھائی اور حسن آجانے کی وجہ سے اسے "حسن لغیرہ" کہا جائے گا۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ابن امیر حاج، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد، التقریر والتجیر، دار الکتب العلمیہ، طبع دوم، 1403ھ / 1983م، ج: 2، ص: 103؛ تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح التلویح علی التوضیح، دار الکتب العلمیہ، سن طباعت 1416ھ / 1996م، ج: 1، ص: 361)

² الحج: 22: 39

³ الأنفال: 8: 60

⁴ بدر کا میدان بحر احمر کے مشرقی ساحل کے راستے سے شام اور مصر سے آنے والے قافلوں کے راستے پر واقع ہے۔ دورِ حاضر میں بدر وادی صفراء کے زیریں علاقے میں ایک آباد شہر بن چکا ہے۔ مدینہ منورہ سے 155 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: البلاذی، عاتق بن غیث زویر البلاذی الحرثی، معجم المعالم الجغرافیة، دار مکتہ للنشر و التوزیع، مکتہ المکرمہ، ص: 42)

⁵ جنگ بدر کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری، السیرۃ النبویة، شركة مکتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، مصر، طبع دوم، 1375ھ / 1955م، ج: 1، ص: 606 وما بعد؛ واقدی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، المغازی، عالم الکتب، بیروت، (طبع و سن طباعت نامعلوم)، ج: 1، ص: 12 وما بعد؛ ابن سید الناس، محمد بن محمد بن محمد بن احمد، عیون الأثر فی فنون المغازی و الشئائل والسير، دار القلم، بیروت، طبع اول، 1414ھ / 1414ھ، ج: 1، ص: 281 وما بعد؛ الطبقات الکبری، ج: 2، ص: 11 وما بعد

⁶ الأنفال: 8: 41

⁷ آپ کا پورا نام عروہ بن زبیر بن العوام ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ 22 ہجری کو پیدا ہوئے۔ مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ مغازی رسول کے مشہور راوی ہیں۔ آپ کی وفات 93 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ابن خلکان برکلی، ابو عباس شمس الدین احمد بن محمد بن محمد بن ابراہیم، وفيات الأعیان و أبناء أبناء الزمان، دار صادر، بیروت، طبع اول، 1990م، ج: 3، ص: 255)

⁸ ہجرت کے سترہویں ماہ رجب میں رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ ترتیب دیا تھا، اس دستہ کا امیر حضرت عبد اللہ بن جحش اسدی کو مقرر فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے امیر دستہ سیدنا عبد اللہ بن جحش کو ایک تحریر دی، تحریر کے مطابق انہیں مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام پر قیام کر کے قریش کی نقل و حرکت کی نگرانی کرنی اور اس کی اطلاع حضور ﷺ کو دینی تھی۔ اس سریرہ میں شریک ایک صحابی واقد بن عبد اللہ تمیمی کے ہاتھوں عمرو بن حضری مارا گیا تھا۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویة (ابن ہشام)، ج: 1، ص: 601 وما بعد؛ المغازی (واقدی)، ج: 1، ص: 13؛ محمد ابن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر للطباعة و النشر، بیروت، 1968م، ج: 2، ص: 10)

⁹ محمد بن جریر طبری، تاریخ الرسل و الملوك، دار التراث بیروت، طبع دوم، 1387ھ، ج: 2، ص: 421

¹⁰ پورا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد المطلب بن عبد مناف ہے۔ آپ کا شمار سادات قریش میں کیا جاتا ہے۔ غزوہ احد اور خندق میں لشکر کفار کی سربراہی کی۔ فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا اور غزوہ حنین و طائف میں شریک ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نجران کے عامل تھے۔ آپ کی وفات 31 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (ملاحظہ ہو: ابن اثیر، علی بن ابوالکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم، أسد الغابۃ فی

معرفة الصحابة، دار الكتب العلمية، طبع اول، 1415ھ/1994م، ج:3، ص:9؛ يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف المزني، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، مؤسسة الرسالة، بيروت، طبع اول، 1400ھ/1980م، ج:13، ص:119؛ ابن حجر العسقلاني، احمد بن علي بن محمد بن احمد، الإصابة في تمييز الصحابة، دار الكتب العلمية، بيروت، طبع اول، 1415ھ، ج:3، ص:332)

¹¹ آپ کا پورا نام حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد تھا۔ آپ کی پیدائش مکہ میں ہوئی اور قبیلہ قریش سے تعلق تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ حرب فبار میں شرکت کی۔ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی آپ ﷺ کے دوست رہے۔ سادات قریش میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا، غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے شریک تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ 54 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: أسد الغابة، ج:2، ص:58؛ الإصابة في تمييز الصحابة، ج:2، ص:97؛ قرطبي، ابو عمرو يوسف بن عبد اللہ بن محمد قرطبي، الاستيعاب في معرفة الصحابة، دار الجليل، بيروت، طبع اول، 1412ھ/1992م، ج:1، ص:362)

¹² تاريخ الرسل والملوك، ج:2، ص:443

¹³ علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات پبلشرز، دیناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور، طبع اول، جمادی الثانی 1423ھ / ستمبر 2002ء، ج:1، ص:230

¹⁴ سيرة النبوة (ابن هشام)، ج:1، ص:607؛ المغازي (واقدي)، ج:1، ص:19؛ عيون الأثر في فنون المغازي والشئان والسير، ج:1، ص:281؛ الطبقات الكبرى، ج:2، ص:11؛ ابن كثير، اسماعيل بن عمر بن كثير، البداية والنهاية، دار الفكر، 1407ھ/1986م، ج:3، ص:313

¹⁵ ذواکثر ضیاء العمری، السيرة النبوية الصحيحة، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، طبع، ہفتم، 1415ھ/1994م، ص:354

¹⁶ البداية والنهاية، ج:3، ص:313؛ سيرة النبوة (ابن هشام)، ج:1، ص:606

¹⁷ آپ کا نام جندب بن جنادة بن سفيان بن عبيد ہے لیکن آپ ابوذر غفاری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ غفار سے ہے۔ آپ مکہ میں ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والوں میں شامل ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ وہاں پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک مقیم رہے۔ بعد ازاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ طلب کیا اور مدینہ منورہ کے نواحی گاؤں (ربذہ) میں سکونت اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ربذہ میں مقیم ہو گئے اور 32 ہجری میں وہیں پر فقر و تنگدستی میں وفات پائی۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: أسد الغابة، ج:6، ص:96؛ تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ج:33، ص:294)

¹⁸ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سننہ وأيامہ = صحيح البخاري، دار طوق النجاة، طبع اول، 1422ھ، باب اسلام أبي ذر الغفاري، حديث نمبر: 3861

¹⁹ آپ کا نام سعد بن معاذ بن نعمان بن امرئ القيس الاوسي ہے۔ آپ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ بدر کے دن قبیلہ اوس کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ خندق میں ہاتھ میں تیر لگنے کی وجہ سے وفات پائی۔ آپ نے 5 ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: أسد الغابة، ج:2، ص:461؛ تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ج:10، ص:300؛ الإصابة في تمييز الصحابة، ج:3، ص:70)

²⁰ صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب ذكر النبي صلى الله عليه وسلم من يقتل بيدر، حديث نمبر: 3950

²¹ ذواکثر محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ، ادارہ اسلامیات، لاہور، طبع اول، 1982ء، ص:31-32

²² محمد رفیق ڈوگر، الامین علیہ السلام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور، اکتوبر 2013ء، ج:2، ص:217

²³ السيرة النبوية (ابن هشام)، ج:1، ص:618؛ المغازي (واقدي)، ج:1، ص:43

²⁴ السيرة النبوية (ابن هشام)، ج:1، ص:619؛ المغازي (واقدي)، ج:1، ص:45

²⁵ السيرة النبوية (ابن هشام)، ج:1، ص:622؛ المغازي (واقدي)، ج:1، ص:60

²⁶ السيرة النبوية (ابن هشام)، ج: 1، ص: 607؛ ج: 2، ص: 531؛ المغازي (واقدي)، ج: 1، ص: 20؛ 131
²⁷ الأفعال: 8: 7-8

²⁸ ابو داود، سليمان بن اشعث بن اسحاق، سنن أبي داود، المكتبة العصرية، صيدا (طبع و سن طباعت نامعلوم)، باب في تعشير أهل الزمة إذا
 اختلفوا بالتجارات، حديث نمبر: 3050

²⁹ أيضاً، كتاب الجهاد، باب النهي عن النهي إذا كان في الطعام، حديث نمبر: 2705

³⁰ بریگیڈ میر گلزار احمد، غزوات رسول اللہ ﷺ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، طبع سوم، ستمبر 2005، ص: 128

³¹ السيرة النبوية (ابن هشام)، ج: 1، ص: 606؛ المغازي (واقدي)، ج: 1، ص: 28

³² آل عمران 2: 124، 125؛ الأفعال: 8: 9؛ المغازي (واقدي)، ج: 1، ص: 70؛ السيرة النبوية (ابن هشام)، ج: 1، ص: 627

³³ آپ کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن تیمی فخر الدین الرازی ہے۔ آپ کی پیدائش 544 ہجری میں ہوئی۔ آپ اپنے زمانہ میں ایک بہترین
 مفسر اور علوم عقلیہ کے ماہر تھے۔ 606 ہجری میں ہرات میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی نمایاں اور مشہور تصانیف میں "تفسیر مفتاح الغیب، معالم
 أصول الدين اور مناقب الإمام الشافعي" شامل ہیں۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایک بن عبد اللہ، الوافی بالوفیات،
 دار إحياء التراث، بیروت، 1420ھ/2000م، ج: 4، ص: 175؛ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد، لسان المیزان، مؤسسة الأعلي
 للمطبوعات، بیروت، لبنان، طبع دوم، 1390ھ/1971م، ج: 4، ص: 426)

³⁴ آپ کا نام عبد الرحمن بن کیسان ہے، کنیت ابو بکر اور لقب "الاصم" ہے۔ آپ ایک فقیہ اور مفسر تھے اور فرقہ معتزلہ سے آپ کا تعلق تھا۔
 آپ کی وفات 225 ہجری کو ہوئی۔ آپ کی تفسیر کا نام "الاصول" ہے۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: لسان المیزان، ج: 3، ص: 427)
³⁵ فخر الدین الرازی، محمد بن عمر، تفسیر مفتاح الغیب (تفسیر کبیر)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1421ھ/2000م، ج: 8، ص: 186،
 ذیل سورۃ آل عمران: آیت 12

³⁶ مولانا محمد اسماعیل پانی پتی، مقالات سر سید احمد خان، حصہ چہارم مشتمل بر قرآنی قصص، مضمون: غزوہ بدر اور نزول ملائکہ، مجلس ترقی ادب
 لاہور، طبع اول، فروری 1965م، ج: 14، ص: 407

³⁷ مفتاح الغیب، ج: 8، ص: 186

³⁸ آپ کا نام علی بن عبد الکاظمی بن علی السبکی ہے، آپ کا لقب تقی الدین اور کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ مصر کے نواحی علاقے سک میں 683 ہجری
 میں پیدا ہوئے۔ پھر وہاں سے قاہرہ اور بعد ازاں شام کی طرف چلے گئے۔ 739 ہجری میں شام کے قاضی مقرر ہوئے۔ بعد ازاں قضاۃ کا عہدہ
 چھوڑنے کے بعد قاہرہ واپس آئے اور قاہرہ ہی میں 756 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں "مختصر طبقات الفقہاء، الأغریض فی
 الحقیقۃ و المجاز و الکنیۃ و التعریض، مجموعۃ فتاویٰ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام" زیادہ مشہور ہیں۔ (ملاحظہ ہو: سبکی، عبد الوہاب بن تقی
 الدین، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ہجر للطباعة و النشر و التوزیع، طبع دوم، 1413ھ، ج: 10، ص: 139)

³⁹ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت، 1379ھ، ج: 7، ص: 243، باب شہود الملائکۃ بدر

⁴⁰ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ، مکتبہ خلیل، لاہور، طبع دوم، ج: 2، ص: 98

⁴¹ السيرة النبوية الصحيحة، ص: 366

⁴² مرتبہ: مولانا محمد اسماعیل پانی پتی، مقالات سر سید احمد خان، حصہ چہارم مشتمل بر قرآنی قصص، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع اول، فروری
 1965ء، ج: 14، ص: 411

⁴³ آل عمران: 3

⁴⁴ مقالات سرسید احمد خان، ج: 14، ص: 410

⁴⁵ آپ کا پورا نام ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد المطلب ہے۔ آپ ہجرت سے 42 سال قبل از ہجرت / 578ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے، جہاں سے بعد ازاں مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ 12ھ / 633ء میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: أسد الغابۃ، ج: 1، ص: 294؛ الإصابة فی تمییز الصحابة، ج: 7، ص: 74؛ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ج: 4، ص: 1631)

⁴⁶ طلی، علی بن ابراہیم بن احمد، إنسان العیون فی سیرۃ المؤمن (السیرۃ الحلبیۃ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع دوم، 1427ھ، ج: 2، ص: 230؛ احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی، إمتاع الأسعاع بما للنی من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، دار الکتب العلمیۃ بیروت، طبع اول، 1420ھ / 1999م، ج: 1، ص: 108

⁴⁷ پورا نام ابو البختری عاص بن ہشام بن حارث بن اسد بن عبد العزیٰ ہے۔ بدر کے دن آپ ﷺ نے ان کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: إمتاع الأسعاع، ج: 1، ص: 45، 108؛ الاندلسی، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، جہرۃ الأنساب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، 1403ھ / 1983م، ج: 1، ص: 117؛ البدایۃ و النہایۃ، ج: 3، ص: 107)

⁴⁸ السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، ج: 1، ص: 628

⁴⁹ إنسان العیون فی سیرۃ المؤمن (السیرۃ الحلبیۃ)، ج: 2، ص: 231

⁵⁰ السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، ج: 1، ص: 628

⁵¹ الأحزاب: 33: 36

⁵² محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تأویل القرآن، مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع اول، 1420ھ / 2000م، ج: 14، ص: 73، بہ سند "حسن"

⁵³ السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، ج: 1، ص: 629

⁵⁴ محمد بن عبد اللہ العوش، ماشع ولم یثبت، دار طیبہ (طبع وسن طباعت نامعلوم)، ص: 112

⁵⁵ ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرى (ابن سعد)، ج: 2، ص: 10؛ المغازی (واقدی)، ج: 1، ص: 53؛ السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، ج: 1، ص: 617؛

البدایۃ و النہایۃ، ج: 3، ص: 339؛ تاریخ الرسل و الملوك، ج: 2، ص: 425)

⁵⁶ سید امیر علی، روح اسلام، ادارۃ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، طبع ہشتم 1992ء، ص: 150؛ علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات پبلشرز، دینا تھ مینشن، مال روڈ، لاہور، طبع اول، جمادی الثانی 1423ھ / ستمبر 2002ء، ج: 1، ص: 206

⁵⁷ صفی الرحمن مبارک پوری، الریح الختم، المكتبة الحفانیۃ، پشاور، 2007م، ص: 138-139

⁵⁸ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، طبع اول، 1421ھ / 2001م، ج: 2، ص: 259، حدیث نمبر: 948۔ مسند احمد بن حنبل کے شارح احمد بن شاکر کا کہنا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ بیہی کا کہنا ہے کہ "احمد کے افراد صحیح ہیں"، سوائے حارث بن مضرب کے جو ثقہ ہیں۔ ابو الحسن نور الدین علی بن ابو بکر البیہقی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، مكتبة القدس، قاہرہ، سن طباعت:

1414ھ / 1994، ج: 6، ص: 76

⁵⁹ المغازی (واقدی)، ج: 1، ص: 45

⁶⁰ آل عمران: 3: 13

⁶¹ آپ کا پورا نام مقداد بن عمرو ہے۔ عام طور پر آپ کو "مقداد بن اسود" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ ہجرت سے 37 سے قبل پیدا ہوئے۔ ابتدائی طور پر اسلام قبول کرنے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کی وفات 33ھ / 653ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: أسد الغابة، ج: 5، ص: 242؛ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ج: 4، ص: 1480؛ الإصابة فی معرفة الصحابة، ج: 6، ص: 159)

⁶² المغازی (واقفی)، ج: 1، ص: 48؛ السيرة النبوية (ابن ہشام)، ج: 1، ص: 615

⁶³ المائدة: 5: 24

⁶⁴ جلال الدین سیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الدر المنثور، دار الفکر، بیروت، ج: 3، ص: 51

⁶⁵ آپ کا پورا نام ابو یوسف عبد اللہ بن سلام بن حارث ہے۔ آپ یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اسلام کی آمد سے قبل آپ یہودیوں کے جلیل القدر علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی وفات 43ھ / 663ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: أسد الغابة، ج: 3، ص: 265؛ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ج: 3، ص: 921؛ الإصابة

فی معرفة الصحابة، ج: 3، ص: 102)

⁶⁶ الامین ﷺ، ج: 2، ص: 27

⁶⁷ حضرت مقداد کے اس مشورہ کے بارے میں تفصیلی کلام کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی، مقالہ: غزوہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مقالات سیرت، مرتب: ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد، ج: 3، ص: 226-247